فاطمی و غیر فاطمی
سیّد کی تحقیق
تصنیف
حضرت علامہ ابوالصالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی
عابدی
جیلانی
رضوی
علوی
حسنی
حسینی
کاظمی
بخاری
www.FaizAhmedOwaisi.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ﷺ

فاطمی و غیر فاطمی سیّد کی تحقیق

از

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحافظ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی نوراللہ مرقدہٗ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد للّٰہ حمد الشا کرین و الصلوۃ و السلام علیٰ حبیبه الکریم الا مین

وعلیٰ آ له و اصحا به اجمعین ۔

امابعد! فقیر انگلینڈ جیسے ملک کے لئے جانے کے قابل نہ تھا لیکن دانہ پانی جولکھا تھا مجبوراً جانا پڑا۔الحاج محمد انصار اللہ صدیقی صاحب مدظلہ کے بار بار اصرار و تقاضے ہوئے بلکہ ویزا بھی بجھوا دیا پھر خود فقیر کو مدینہ طیبہ سے آ کر لے گئے ۔ حضرت الحاج پیر طریقت علامہ سید محمد معروف شاہ صاحب مدظلہ کی شفقتوں نے لندن سے بریڈفورڈ اقامت کا انتظام فرمایا (اسکی مفصل داستان فقیر کے سفر نامہ ''انگلینڈ و حجاز'' میں پڑھیئے) چونکہ آپ سید غیر فاطمی از اولاد سیدہ زینب بنت سیدہ فاطمہ ہیں اس لئے آپ نے فقیر کو امام سیوطی رحمہ اللہ علیہ کے رسالہ " العجا جة الزرنبیه" کے ترجمہ کا حکم فرمایا۔فقیر نے ترجمہ ایک دن میں مکمل کرلیا۔ میرا خیال تھا کہ موصوف اسے شائع فرمائینگے لیکن یہ صرف میرا خیال تھا۔فقیر نے ترجمہ محفوظ رکھا۔الحمدللہ "در شتہ آ ید بکار" کا مقولہ صحیح ہوا کہ عزیزان گرامی الحاج محمد اویس رضا قادری صاحب اس کی اشاعت فرمارہے ہیں ۔اصلی موضوع سے پہلے سیدہ زینب کا تعارف ضروری ہے۔اس سے قبل کہ سیدہ زینب سیدہ فاطمہ کا تعارف کراؤں چندان بیبیوں کا تعارف لکھوں تا کہ قارئین کو التباس نہ ہو۔

یادرہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں زینب نامی متعدد خواتین تھیں ان میں ایک آپ کی صاحبزادی بھی تھیں ان کا تعارف ملاحظہ ہو۔

سید ہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا: حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں بقول اکثر علماء سب سے بڑی دختر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور یہی صحیح ہے،صاحبِ مواہب نے کہا کہ مگر کسائی کے نزدیک ان کا قول صحیح نہیں ہے۔اور کہا کہ اختلاف ان میں اور حضرت قاسم میں ہے کہ کون پہلے پیدا ہوا۔ابن اسحاق کے نزدیک یہ ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کی ولادت ۳۰ ؁ء میں (جوکہ واقعہ فیل سے بھی ہے) پیدا ہوئیں اور اسلام میں داخل ہوئیں اور ہجرت کی ۔اوران کا نکاح ،ان کی خالہ کے فرزند کے ساتھ کیا گیا تھا جن کا نام ابوالعاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشّمس بن عبدمناف ہے۔اور ابوالعاص کی ماں ہند بنت خویلد،سیدہ خدیجہ بنت خویلد کی بہن ایک ماں باپ سے تھی ۔اور ابوالعاص مشہور اپنی کنیت کے ساتھ ہیں ۔ان کے نام میں اختلاف ہے۔لفیظ ہے یا مقسم یا قاسم یا یاسر۔اور ابن عبدالبر نے کہا کہ اکثر کے نزدیک قول اول درست ہے یعنی لفیظ نام ہے۔ابوالعاص کے اسلام لانے سے پہلے سیدہ

زینب رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی اوران کوشرک میں مبتلا چھوڑ دیا۔ابوالعاص مکہ اور مدینہ کے درمیان اسلام لائے اور حضوراکرم ﷺ نے پہلے ہی نکاح میں سیدہ زینب کوان کے سپرد فرما دیا۔بعض کہتے ہیں کہ نکاح جدید کے ساتھ سپرد کیا۔ اس کا مجمل قصہ اوراس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوالعاص بدر کے قیدیوں میں داخل تھے۔ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی آزادی کے لئے فدیہ بھیجا تو سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص کے فدیہ میں وہ ہار بھیجا جوان کے گلے میں لٹکا رہتا تھا جسے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عقد کے وقت سیدہ زینب کے جہیز میں دیا تھا۔جب حضوراکرم ﷺ نے اس ہار کو ملاحظہ فرمایا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی صحبت کا زمانہ یاد آ گیا اور سخت رقت طاری ہوگئی۔صحابہ سے فرمایا اگر تم دیکھو کہ رہا کرو تم اسیر زینب کو اور لوٹا دو تم فدیہ کے مال کو تم جانو تو ایسا کرلو۔صحابہ نے عرض کیا ہاں! یارسول اللہ ﷺ! ہم ایسا ہی کریں گے جس میں آپ کی مرضی مبارک ہوگی اور حضوراکرم ﷺ نے ابوالعاص سے عہد لیا کہ سیدہ زینب کو حضوراکرم ﷺ کی طرف بھیج دیں گے۔ابوالعاص نے اسے مان لیا۔اس کے بعد حضوراکرم ﷺ نے زید بن حارثہ اور ایک اور انصاری شخص کو مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ سیدہ زینب کو لے آئیں اور فرمایا مکہ کے اندر نہ جانا بلکہ وادی ناجج کے بطن میں ٹھہرنا،یہ ایک موضع کا نام ہے جو مکہ کے باہر ہے مسجد عائشہ کے سامنے ہے جہاں انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ آپ نے فرمایا جب وہ سیدہ زینب کو تمہارے حوالے کردیں۔تو ان کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آ جانا۔اس واقعہ کے ڈھائی سال بعد ابوالعاص ایک تجارت کی غرض سے مکہ سے باہر آئے۔ان کے ساتھ مکہ والوں کا مال تجارت تھا۔اس تجارتی قافلہ کی واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس کی تلاش میں گئے ہوئے تھے جب انہوں نے قافلہ پر قابو پالیا تو فیصلہ کیا کہ ابوالعاص کے مال پر قبضہ کر کے انہیں قتل کردیں۔ یہ خبر جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے حضوراکرم ﷺ سے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! کیا کسی مسلمان کو کسی کو عہد وامان میں لینے کا حق نہیں ہے؟ ''حضوراکرم ﷺ نے فرمایا''ہاں ہے''۔سیدہ زینب نے عرض کیا''یارسول اللہ ﷺ! آپ گواہ رہیئے کہ میں نے ابوالعاص کو امان دیدی ہے۔جب صحابہ کرام اس صورت حال سے باخبر ہوئے تو ابوالعاص اوران کے مال سے دستِ تعرض کھینچ لیا۔اورابو العاص سے کہنے لگے تم مسلمان ہو جاؤ تا کہ مشرکوں کا یہ تمام مال تمہارے لئے غنیمت ہو جائے۔ابوالعاص نے کہا میں شرم کرتا ہوں کے اپنے دین کو اس ناپاک مال سے پلید کروں۔اس کے بعد وہ مکہ چلے گئے اوراس مال کوان کے مالکوں کے سپرد کردیا۔اورفرمایا''اے مکہ والو! آیا میں نے تمہیں تمہارا مال پہنچا دیا تم مجھے اس سے بریٔ الذمہ قرار دیتے ہو؟انہوں نے کہا''ہاں! پھرابوالعاص نے فرمایا کہ تم گواہ رہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ '' لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ

رَسُولُ اللّٰہِ" اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں رہے۔

ایک مرتبہ ابوجہل کی بیٹی آئی جو بہت حسین وجمیل تھی۔ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ نے چاہا کہ اس سے نکاح فرمائیں۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ کو ملی تو حضور اکرم ﷺ کو ناگوار معلوم ہوا۔ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا۔ اس میں حضرت ابوالعاص کی تعریف فرمائی اور فرمایا۔ "اگر علی مرتضٰی، ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو طلاق دیدیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی بیٹی کو اور اپنے دشمن کی بیٹی کو ایک جگہ جمع کرنا نہیں چاہتا۔ جب امیر المومنین سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو حاضر ہو کر معذرت خواہی کرنے لگے اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! نہ میں نے یہ چاہا ہے اور نہ اس سے اس بارے میں کوئی بات کی ہے لوگ ایسا چاہتے تھے"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اے علی! میں تم سے محبت کرتا ہوں ارفاطمہ الزہرا میرا جگر گوشہ ہے مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے ساتھ میری محبت میں کوئی خلل واقع ہو"۔

اولاد: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوالعاص سے ایک فرزند تھا جس کا نام علی تھا اور ایک دختر تھی جس کا نام امامہ تھا۔ یہ علی ابن ابی العاص، حد بلوغ کے قریب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے روز فتح مکہ اپنی سواری پر ان کو اپنا ردیف بنایا تھا۔ اور امامہ سے بہت پیار فرماتے تھے جیسا کہ پایہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور امامہ کو اپنے دوشِ مبارک پر بٹھائے ہوئے تھے۔ جب رکوع میں جاتے تو اسے زمین پر اتار دیتے اور سجدے سے سر مبارک اٹھا کر قیام کی طرف جاتے تو اسے اٹھا کر دوشِ مبارک پر بٹھائے ہوئے تھے۔

شارحین حدیث اس جگہ کلام کرتے ہیں کہ یہ اٹھانا اور زمین پر اتارنا فعل کثیر تھا حضور اکرم ﷺ نے اسے کیسے جائز رکھا۔ جواب میں فرماتے ہیں کہ امامہ خود آ کر بیٹھتیں اور خود ہی اتر جاتی تھیں اور یہ حضور اکرم ﷺ کا فعل و اختیار نہ تھا۔

نکاح امامہ: حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے بموجب امامہ سے نکاح کیا اور ان سے حضرت علی مرتضٰی کے فرزند "محمد اوسط" پیدا ہوئے۔ اور محمد اکبر اور محمد اصغر بھی اولاد علی مرتضٰی میں سے ہیں۔ اور محمد اکبر محمد بن حنفیہ ہیں اور محمد اصغر، ان کی والدہ، ام ولد ہیں۔ جو کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔

وفات: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات، حضور اکرم ﷺ کے زمانہ حیات ظاہری میں ۸ھ میں واقع ہوئی۔ اور سودہ بنت زمعہ، ام سلمہ اور ام ایمن اور ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے ان کو غسل دیا۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ یا تو مراد سیدہ زینب زوجہ ابوالعاص رضی اللہ عنہما ہیں ۔جیسا کہ مسلم میں حضرت ام عطیہ سے مروی ہے کہ کہا جس وقت سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا ان کو غسل دو (الحدیث) یا اس سے مراد، سیدہ ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہا ہیں جیسا کہ ابن ماجہ میں باسناد بر شرطِ شیخین مروی ہے (و اللہ اعلم)

متفق علیہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو تین مرتبہ غسل دو۔ یا اس سے زیادہ۔ ایک روایت میں سات مرتبہ آیا ہے۔ اس سے مقصود، اختیار دینا نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اگر تین مرتبہ سے نظافت (نفاست) و پاکیزگی حاصل ہو جائے تو یہی مشروع ہے ورنہ اس سے زیادہ مرتبہ کریں یہاں تک کہ نظافت حاصل ہو جائے۔ واجب ایک مرتبہ ہے۔ اور روایت جو یہ ہے کہ ''یا اس سے زیادہ'' اسی معنیٰ کی تائید میں ہے۔ مگر یہ کہ کسی خاص رعایت کی طرف اشارہ ہو۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خالص پانی اور بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے غسل دو اور آخری مرتبہ کافور ملو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب غسل سے فراغت پاؤ تو مجھے خبر دینا جب عورتیں غسل سے فارغ ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ اس پر آپ نے تہبند بھیجا کہ اس سے کفن دو جو جسم سے پیوست ہو۔

فائدہ : شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مدارج النبوۃ میں ہے کہ اس حدیث سے صالحین کے تبرکات سے تبرک لینے کے ثبوت کا استحباب ثابت ہوا تجہیز و تکفین کے بعد نماز ہوئی اور دفن کر دیا گیا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو قبر میں لٹایا۔

نوٹ: آپ کی اولاد کا سلسلہ زیادہ دیر نہ چلا۔

انتباہ : ہماری مراد رسالہ ھٰذا میں یہ بی بی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ زینب بنت علی از سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں انکا ذکر خیر آخر میں آئیگا۔ (اِنْ شَاءَ اللّٰہُ)

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ: اُم المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ بن الحارث ہلالیہ عامریہ ازواج مطہرات میں سے ہیں، زمانہ جاہلیت میں ان کو اُم المساکین کہتے تھے کیوں کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلاتیں اور ان پر بڑی شفقت فرماتی تھیں۔ وہ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں وہ غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث بن عبدالمطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے کی زوجیت میں تھیں۔ اور وہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے بعض کہتے ہیں کہ وہ پہلے طفیل بن الحارث کی بیوی تھیں، انہوں نے

ان کوطلاق دیدی تو عبیدہ بن الحارث نے ان کو اپنی زوجہ بنالیا۔ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جحش اسدی نے ان کو پیام دیا۔بعض اہل سیر اس قول کو ترجیح دیتے ہیں۔جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہےاور مواہب لدنیہ میں فرمایا کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے،بہرتقدیر ہجرت کے تیسرے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے حبالہ عقد میں لائے اس کے بعد وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت کم مدت حیات رہیں اور حضور اکرم کی حیاتِ ظاہرہ میں وفات پائی رضی اللہ عنہا بعض اہل سیر دو ۲ مہینہ،بعض چھ مہینہ،بعض آٹھ مہینہ مدت بتاتے ہیں۔اس کو مواہب نے فضائل کے باب میں بیان کیا ہے۔سیدہ زینب نے ماہ ربیع الآخر ۴ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کی گئیں۔بقیع میں ایک قبہ تھا جس کو قبہ ازواج النبی کہا جاتا تھا (جسے ابن سعود نجدی نے شہید کرادیا)۔

☆☆☆☆☆

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا : آپ کا پہلا نام برّہ تھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بدل کر زینب نام رکھا۔برّہ کی تبدیلی کی تحقیق فقیر کی "شرح بخاری" میں ملاحظہ ہو۔بی بی زینب کی کنیت ام الحکم تھی انکی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب تھیں۔

نکاح بہ زید رضی اللہ عنہ : آپ پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دیدی۔واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کے لئے انہیں پیام دیا۔زینب رضی اللہ عنہا نے قبولیت سے اعراض کیا اور رُخ پھیرا۔اس لئے کہ وہ صاحبِ جمال تھیں۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں زید کو پسند نہیں کرتی۔اس لئے کہ وہ آزاد کردہ غلام ہیں۔اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ جحش نے بھی عدم قبولیت میں اپنی بہن کے ساتھ اتفاق کیا۔چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اظہار نبوت سے پہلے آزاد فرما کے فرزندی میں قبول فرمالیا تھا۔اور ان پر بے اندازہ لطف وعنایت مبذول فرماتے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدم قبولیت کی گنجائش نہیں ہے۔ماننا ہی چاہیئے۔عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس بارے میں غور وفکر کرنے کی مہلت عنایت فرمایئے ایسی ہی باتیں جاری تھیں کہ یہ آیتِ کریمہ نازل ہوگئی کہ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،ایت ۳۶)

ترجمہ : اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے،اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا۔

آنچہ مرضئ مولی ہماں اولیٰ : سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی دونوں نے کہ ہم

راضی ہیں ہماری کیا مجال کہ ہم اپنے اختیار کو درمیان میں لائیں۔ اور معصیت کا ارتکاب کریں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ان کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دے دیا۔ ایک سال یا کچھ زیادہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو خبر دی کہ ہمارے علم قدیم میں ایسا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں داخل ہوں۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے درمیان ناسازگاری پیدا ہوئی۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جانب سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نسبت شکر رنجی شروع ہوئی یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ تنگ آ کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا ارادہ ہے کہ میں زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیدوں کیونکہ وہ میرے ساتھ بہت تندخوئی سے پیش آتی ہیں اور اپنی زبان دراز کرتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے آپ کو اس سے باز رکھو اور خدا سے ڈرو۔ لیکن چونکہ حق تعالیٰ کی جانب سے معلوم ہو گیا تھا کہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں آئیں گی تو خاطر مبارک نے چاہا کہ زید رضی اللہ عنہ ان کو طلاق دیدیں لیکن حیا کی بنا پر زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق کا حکم انہیں نہ دیا۔ نیز اس سے یہ بھی اندیشہ تھا کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے متبنیٰ کی بیوی کو چاہتے ہیں کیوں کہ جاہلیت کے لوگ اس شخص کی بیوی کی جس کو اپنا بیٹا بنالیا ہو حرام جانتے تھے اور اس منہ بولے بیٹے کو صلبی بیٹے کی مانند سمجھتے تھے۔ ممکن ہے کہ لوگوں کے اندیشہ سے مراد ان کے ایمان کا خوف ہو کہ مبادا شک و تردد ان کے ایمان میں خلل انداز ہو کر انہیں ہلاک کر دے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زید کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے روکنے کا حکم دینے میں مقصود، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا اختیار اور ان کا امتحان کرنا تھا تاکہ معلوم کریں کہ زید رضی اللہ عنہ کے دل میں زینب رضی اللہ عنہا کی رغبت باقی ہے یا بالکل ہی متنفر ہو گئے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دوبارہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! زینب رضی اللہ عنہا کو میں نے طلاق دیدی ہے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَ اِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَ اتَّقِ اللّٰہَ وَ تُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ وَ تَخۡشَی النَّاسَ ۚ وَ اللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰہُ ؕ (پارہ۲۲، سورۃ الاحزاب، ایت ۳۷)

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر، اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنے کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو۔

انتباہ: اس آیت سے عیسائیوں اور انکے ہم نوا بعض اسلام کے مدعیوں نے کچھ غلط فہمیاں پیدا کی ہیں انکا ازالہ فقیر نے ''تفسیرِ اُویسی'' میں کر دیا ہے۔ اس میں تفصیل دیکھئے۔

نکاح زینب بہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم: جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ اور زینب رضی اللہ عنہا کو میرے لئے پیام دو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اس کام کے لئے تخصیص میں حکمت یہ تھی کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ یہ عقد بغیر رضا مندی زید کے بر سبیل قہر و جبر واقع ہوا ہے اور انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ زید رضی اللہ عنہ کے دل میں زینب رضی اللہ عنہا کی خواہش نہیں ہے۔ اور وہ اس بات سے راضی وخوش ہیں۔ نیز حضرت زید کو فرمانِ خدا اور رسولِ خدا کی اطاعت پر ثابت قدم رکھنا اور بحکم الٰہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو راضی رکھنا بھی ثابت ومؤکد فرمانا مقصود تھا کیونکہ یہ محل نازک ہے۔ القصہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ارشاد کے بموجب سرِ صدق واخلاص سے روانہ ہوئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں زینب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا تو وہ میری آنکھوں میں ایسی بزرگ معلوم ہوئیں کہ میں ان کی طرف نظر نہ اٹھا سکا۔ پھر میں گھر کی طرف پشت کر کے الٹے قدم ان کے پاس گیا اور میں نے کہا تمہیں خوشی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمہیں پیام دوں۔ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی جب تک کہ میں اپنے رب عزوجل سے مشورہ نہ کرلوں اس کے بعد وہ اٹھیں اور مصلے پر پہنچیں اور سر کو سجدہ میں رکھا بارگاہ بے نیاز میں عرض نیاز کی۔ بعض روایتوں میں آیا ہے دو رکعت نماز پڑھ کے سجدے میں گئیں۔ یہ مناجات کی کہ اے خدا تیرا نبی میری خواستگاری فرتا ہے اگر میں ان کی زوجیت کے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں دیدے اسی وقت ان کی دعا مقبول ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بارگاہ صمدیت میں خاص قرب واختصاص حاصل تھا رضی اللہ عنہا اور یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی: فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ط (پارہ۲۲، سورۃ الاحزاب، ایت ۳۷)

ترجمہ: پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بیبیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے۔

اور آپ پر آثار وحی ظاہر ہوئے۔ چند لحظہ کے بعد منجلی ہوئے تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کون ہے جو زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جائے اور انہیں بشارت دے کہ حق تعالیٰ نے ان کو میری زوجیت میں دے دیا ہے۔ اور یہ نازل شدہ آیت

تلاوت فرمائی۔ سلمیٰ جو کہ حضور کی خادمہ تھیں دوڑیں اور سیدہ زینب کو بشارت دی اور اس خوشخبری سنانے پر وہ زیورات جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پہنے ہوئے تھیں اتار کر سلمیٰ کو عطا فرما دیئے۔ اور سجدہ شکر بجالائیں اور نذر مانی کہ دو مہینے روزہ دار رہوں گی۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ زینب کے گھر تشریف لے گئے درآنحالیکہ وہ سر برہنہ تھیں۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے خطبہ اور بے گواہ فرمایا: ’’اَللّٰهُ الْمُزَوِّجُ وَجِبْرِيلُ الشَّاهِدُ‘‘

(السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب النکاح، باب لا یرد نکاح غیر الکفء اذا، جلد۷، صفحه۱۳۶،حدیث ۱٤۱٥٥)

یعنی اللہ نکاح کرنے والا ہے اور جبرئیل گواہ ہیں۔

اس کے بعد ولیمہ کا کھانا تیار کیا اور لوگوں کو نان گوشت سے سیر فرمایا۔ اس طرح کسی بی بی کے لئے نہ کیا۔

اور آپ کے طعام میں کئی معجزے ظاہر ہوئے۔ اور نکاح زینب رضی اللہ عنہا میں لوگوں کو جاہلیت کی عادت سے نکالا اور خاص شریعت وضع فرمائی جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِيْ أَزْوَاجِ أَدْعِيَآئِهِمْ (پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،ایت ۳۷)

ترجمه: کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بیبیوں میں۔

اور حجاب یعنی پردے کی مشروعیت بھی اسی قصہ میں وارد ہوئی۔ یہ قصہ اسی طریقہ پر جو کہ مذکور ہوا محققین اہل سیر کے نزدیک معتبر وثابت ہے۔

ازالۂ وھم: بعض اہل سیر واہل تفسیر وتواریخ یہ قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں جو نہ واقع کے مطابق ہے اور نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کے مناسب ہے محققین اس کو مفسرین کی زلات یعنی غلطیوں میں شمار کرتے ہیں۔ یہ قصہ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ کہ زلیخا کے ساتھ خلوت میں گئے اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کا اوریا کے ساتھ کا قصہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری گم ہونے کا قصہ، یہ تمام قصے محققین کے نزدیک متروک ومحظور اور طریقہ صدق وسداد اور ادب سے دور ہیں۔ (مدارج النبوۃ،تفصیل دیکھئے تفسیر اُویسی،پ ۲۲)

فضائل: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے فضائل بہت ہیں، اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ اس بنا پر کہ انہوں نے کوئی سخت بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی تھی۔ درشت کلامی کی اور کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح بات کرتی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’اے عمر رضی اللہ عنہ! کچھ نہ کہو۔ کیوں کہ یہ

''أَوَّاهَةٌ'' یعنی بہت خشیت رکھنے والی ہیں۔ایک مرد موجود تھا اس نے پوچھا ''لَاَوّٰہٌ'' کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اَلْخَاشِعُ الدَّعَّاءُ الْمُتَضَرِّعُ

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، کتاب النساء الصحابیات، باب زینب بنت جحش ومنهن الخاشعۃ الراضیۃ الأواھۃ الداعیۃ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا،جلد۲، صفحہ ۵۳)

یعنی دعا میں خشوع اور خدا کے حضور گڑگڑانا ہے۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (پارہ۱۱،سورۃ التوبۃ،ایت ۱۱۴)

ترجمہ: بیشک ابراہیم ضرور بہت آہیں کرنے والا متحمل ہے۔

گویا حضور اکرم ﷺ نے ان کو اس صفت میں مرتبہ خلیل کے ساتھ مخصوص فرمایا۔

فائدہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی عورت کو بہت زیادہ نیک اعمال کرنے والی، زیادہ صدقہ وخیرات کرنے والی، رحمی رشتہ داروں کو زیادہ ملانے والی اور اپنے نفس کو ہر عبادت وتقرب کے کام میں مشغول رکھنے والی نہ دیکھا۔

خصوصیات: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے مجھے چند فضیلتیں ایسی حاصل ہیں جو کسی اور زوجہ میں نہیں ہیں ایک یہ کہ میرے جد اور تمہارے جد ایک ہیں، دوسرے میرا نکاح آسمان میں ہوا، تیسرے یہ کہ اس قصہ میں جبریل سفیر وگواہ تھے۔

علم غیب: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحت کے ساتھ مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا: أَسْرَعُكُنَّ لُحُوقًا أَطْوَلُكُنَّ يَدًا

(المعجم الاوسط، باب المیم، فصل من اسمه محمد، جلد٦،صفحہ٢٣٣،حدیث٦٢٧٦)

یعنی تم میں سے جس کے ہاتھ دراز ہیں وہ مجھ سے ملنے میں تم سب سے پہلے سبقت کرنے والی ہے۔

مطلب یہ کہ اس دنیا سے میرے جانے کے بعد تم سب سے پہلے وفات پائیگی اس کے بعد ازواج مطہرات نے بانس کا ٹکڑا لے کر اپنے اپنے ہاتھوں کو ناپنا شروع کردیا تاکہ جانیں کہ کس کے ہاتھ سب سے زیادہ دراز ہیں۔انہوں نے جانا کہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ زیادہ دراز ہیں۔اور جب حضور اکرم ﷺ کی رحلت فرمانے کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو انہوں نے جانا کہ درازی سے مراد، صدقہ وخیرات کی کثرت تھی۔اس لئے کہ سیدہ

زینب اپنے ہاتھ سے دستکاری کرتیں اور صدقہ دیتی تھیں۔

وفات: مروی ہے کہ ان کی وفات کی خبر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو فرمایا ذھبت حمیدۃ متعبدۃ

مفزع الیتامی و الأرامل

(الاصابة فی تمییز الصحابة، فصل ذکر من اسمھازینب، جلد۷ ،صفحه ٦٦٩)

یعنی پسندیدہ خصلت والی فائدہ دینے والی یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری کرنے والی دنیا سے چلی گئی۔

اجب ان کی وفات ہوئی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اعلان کرایا کہ اہل مدینہ اپنی ماں کی......نماز میں حاضر ہوں۔ یہ بقیع میں مدفون ہوئیں۔مشہور یہ ہے کہ ان کی وفات ہجرت کے بیسویں سال میں تھی۔بعض کہتے ہیں کہ اکیسویں ۲۱ سال تھی اور ان کی عمر شریف ترپن (۵۳) سال کی ہوئی۔ان سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں۔ان میں سے متفق علیہ دو ۲ حدیثیں ہیں۔اور بقیہ نو تمام دیگر کتابوں میں ہیں۔

موضوع بحث خاتون کا تعارف: سیدہ زینب بنت سیدنا علی از سیدہ فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رسالہ کی موضوع بحث ہیں اسی لئے انکا مفصل تعارف حاضر ہے۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں پیدا ہوئیں۔حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پانچ سال سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا و سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی تربیت اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی رفاقت میں جوانی تک پہونچیں انکے تعارف کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ پھر بھی مزید معروضات حاضر ہیں۔

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا: آپ کا مفصل تعارف آگے آرہا ہے۔پہلے فقیر انکے مزار کی زیارت کا عرض کرے جو فقیر کو مع رفقاء یہ دولت نصیب ہوئی۔

فندق مدینه: یہ ہوٹل درگاہِ سیدہ زینب کی شرقی جانب چند فرلانگ پر ہے اس کے قبلہ جنوب کی سمت میں بڑی بلڈنگ ہاشمیہ ہے۔یہ علاقہ زیلیہ کہلاتا ہے۔یہاں درگاہ شریف کے پیچھے اور قرب و جوار میں دمشق کے ہر مشہور مقام کے لئے بسیں کوچ وغیرہ عام ملتی ہیں۔کرایہ کے معلومات کر لئے جائیں تو زیارات کے لئے سستا سودا بنتا ہے۔ورنہ یہاں کا کاروبار اور بسوں والے پاکستانی برادری سے دھوکہ اور لوٹ کھسوٹ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

زینبیه: دمشق کے جنوب مغربی کونے میں چند میل پر بستی ہے جو اب بستی نہیں رہی بلکہ شہر دمشق کا ایک اہم حصہ شمار ہوتا ہے۔اور یہ خطہ زینبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

فائدہ: یہ علاقہ ''راویہ'' اور قبرالست کے نام سے بھی مشہور ہے لیکن اب تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہما کا اتنا تصرف ہے کہ بسوں پر دکانوں میں مکانوں پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نام چلتا ہے بلکہ آپ دمشق کے کسی کونے میں بھی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نام لیں تو اسی جگہ کو ہی سامنے رکھا جائے گا۔

مزار سیدہ زینب رضی اللّٰہ عنھا: شیعہ مذہب کا یہ مقام زیارت کعبہ سے کم نہیں ہے۔ اسی لئے قافلوں کی آمد ورفت اور زائرین کا ہر وقت ہجوم مزار اور گردونواح میں بھرپور ہوتا ہے۔ کمرہ جات کی سجاوٹ نہایت ہی اعلیٰ ہے۔ جیسے ان کا مزارات اہلبیت کے لئے سجاوٹ پر زور ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات دیکھنے میں آئی کہ زائرین وزائرات کی جگہ کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا ہے کاش یہی سلسلہ ہر مزار کے لئے کر دیا جائے۔

تعارف سیدہ زینب رضی اللّٰہ عنھا: آپ کی پیدائش حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ۵ھ میں مدینہ پاک میں ہوئی۔ آپ سیدنا علی المرتضیٰ شیرخدا رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہر رضی اللہ عنہا کی لخت جگر اور حسنین کریمین کی سگی بہن ہیں۔ یہی وہ سیدہ صابرہ ہیں جو میدان کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔ اس سے خود اندازہ لگایئے کہ اس بی بی پر کیا گزری! جبکہ انہوں نے کاروانِ اہلبیت نبوت کو دن کے وقت لٹتے دیکھا انہوں نے چمن زہراء کے حسین پھولوں کو میدان کربلا میں خزاں کا شکار ہوتے دیکھا لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کسی نے آپکے صبر پر اشعار کہے۔

دکھ بھری تیری داستاں زینب ہر گھڑی تازہ امتحاں زینب
جھیل کر اتنی سختیاں زینب بن گئی دین کی پاسباں زینب

انتباہ: عوام بلکہ بہت سے اہل علم بھی خواتین اولیاء کے مزارات کے اندر چلے جاتے ہیں۔ یہ ادب کے خلاف ہے۔ اس لئے شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اہل قبر کے ساتھ زیارت کے وقت وہی سلوک ہو جو زندوں سے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سیدہ زینب ہوں یا کوئی اور خاتون ان کے سامنے بلا حجاب نہیں جایا جا سکتا اس پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق خصوصیت سے ایک واقعہ ہے۔ حضرت شیخ ابوبکر موصلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مزار میں مسلسل حاضری دی ہے میرا طریقہ تھا کہ جب میں حاضر ہوتا اور حجرہ کے اندر نہیں جاتا تھا اور نہ ہی چہرہ انور کے سامنے ہوتا تھا اس خیال سے کہ علماء کرام کا خیال ہے کہ زائر کو چاہیئے کہ میت کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسا کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو کرتا۔ باہر ہی سے سلام و نیاز کر کے آجاتا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ سیدہ اپنی قبر سے باہر آئیں آپ بڑے

جلال ووقار والی تھیں ۔ مجھے فرمایا۔

''اے بیٹے اللہ تیرے ادب کو زیادہ کرے بے شک میرے نانا جان اور آپ کے اصحاب ام ایمن جنہوں نے آپ ﷺ کو پالا تھا اسکی وفات کے بعد زیارت کرتے تھے''۔ (زیا را ت الشام)

بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ بی بی زینب کا بڑا احترام فرماتے جب کسی وقت ملاقات کے لئے تشریف لاتیں تو امام حسین رضی اللہ عنہ احتراماً کھڑے ہو جاتے ۔ امام حسین رضی اللہ عنہکے ساتھ کربلا کے واقعات میں موجود ہیں ان کی شہادت کے بعد تمام کنبہ حسینی وغیرہ کو اس بی بی نے سنبھالا یہاں تک کہ انہیں کربلا سے شام پھر شام سے مدینہ پاک تک سب کو لے آئیں۔

بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے مزار میں بھی اختلاف ہے شیعہ مصنف اسا کنے وزیا رتے سو ریا (شام) نے صفحہ ۱۹ میں تین اقوال نقل کیے۔

(۱) جنت البقیع

(۲) قناطر السباع قاہرہ (مصر)

(۳) شام ''زینبیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا مدینہ سے شام کیسے تشریف لائیں اسکا جواب شیعہ کرمانی لکھتا ہے کہ مروان بن عبدالملک کے دور میں قحط پڑا تو بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا کاروبار یہاں اچھا چل پڑا اسی دوران بی بی کا وصال ہوا اور اسی جگہ پر آپ مدفون ہوئیں۔ (بحوا له اعیان الشیعه،جلد۷ ،صفحه ۱۳۰)

سید ہ زینب بنت فا طمه رضی اللّٰه عنها

تاریخ ومقام پیدائش ۔ بمقام مدینہ شعبان ۶ھ مطابق دسمبر ۶۲۷ء

تاریخ ومقام وفات مصر ۱۴ رجب ۶۲ھ مطابق ۳۰ مارچ ۶۸۲ء

یہ امر واقعہ ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ کی شہادت معنوی جناب امام حسین و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت سے ہوئی جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ صاحب نے اپنی کتاب سر الشہادتین میں لکھا ہے امام حسن کی شہادت جناب امام حسین کی شہادت کا پیش خیمہ ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور شہادت کے مقصد کی تکمیل سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی ان کا صبر و استقلال درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا اور سب سے بڑی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ واقعہ کر

بلا کی عظمت وشہرت جو اس زمانہ میں ہوئی وہ سب سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجہ سے ہوئی۔ ورنہ شامی تو یہ سمجھ رہے تھے، کہ ایک غیر مذہب والے باغی کو ہمارے بادشاہ یزید نے قتل کرایا ہے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق راستہ میں بازاروں میں، درباروں میں آپ لوگوں کو بتاتی آئی ہیں کہ تم نے کس کو قتل کیا ہے۔ اس کی عظمت اسلام میں کیا تھی۔ وہ ایک اسلام کا علم تھا جس کو تم نے سرنگوں کر دیا۔ ہدایت کا چراغ تھا جس کو تم نے گل کر دیا۔ اس کے نانا شفیع روز محشر ﷺ ہیں جن کو تم نے ہمیشہ کے لئے ناراض کر دیا اب کس کی شفاعت کا تم کو بھروسہ رہا۔

اس جگہ ہم صرف سیدہ زینب کے چند خطبات شیعہ کی کتاب بحار الانوار سے نقل کرتے ہیں۔ جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ اور خیموں میں آگ لگا دی گئی۔ اولاد رسول ﷺ کو قیدی بنا کر لے جانے لگے تو عورتوں نے ان لشکریان یزید سے کہا کہ ہم کو قتل گاہ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نہ لے جانا ورنہ عورتیں اور بچے تڑپیں گے۔ لیکن وہ لشکریان یزیدان مخدراتِ عصمت اور اولاد رسول ﷺ کو قتل گاہ کی طرف سے لے چلے۔ جب وہاں پہنچے تو جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک کو دیکھ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس طرح فریاد کی: وامحمداہ صلی علیك مليك السماء ، هذا حسين مرمل بالدماء ،الاعضاء ، وبناتك سبايا، إلى الله المشتكى، وإلى محمد المصطفى، وإلى على المرتضى وإلى حمزة سيد الشهداء ، وامحمداه هذا حسين بالعراء ، يسفى عليه الصبا، قتيل أولاد البغايا، يا حزناه يا كرباه، اليوم مات جدى رسول الله، يا أصحاب محمداه، هؤلاء ذرية المصطفى يساقون سوق السبايا

(بحارالانوار،جلد ٤٥ ، صفحہ ٥٨، ٥٩،مؤسسة الوفا، بیروت)

یعنی فریاد ہے اے محمد ﷺ مالکِ آسمان آپ ﷺ پر درود بھیجے۔ یہ حسین خون آلود ریت پر پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے اعضا پارہ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں اسیر ہو رہی ہیں۔ خدا سے شکایت ہے، محمد مصطفےٰ ﷺ سے شکایت ہے، علی مرتضےٰ سے شکایت ہے، اور حمزہ سید الشہداء سے شکایت ہے، فریاد ہے: اے محمد ﷺ یہ حسین چٹیل میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان پر ہوا نے خاک کی چادر اڑھائی ہوئی ہے۔ بدکار عورتوں کی اولاد نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ ہائے کیسا غم ہے۔ ہائے کیسا کرب ہے، آج میرے نانا رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا۔ اے اصحاب محمد ﷺ یہ لوگ ذریتِ مصطفےٰ جو قیدیوں کی طرح پھرائے جا رہے ہیں۔

اس طرح بھی فریاد کی: يا محمداه بناتك سبايا، وذريتك مقتلة، تسفى عليهم ريح الصبا، وهذا حسين

مجزوز الرأس من القفا، مسلوب العمامة والرداء ، بأبی من عسکرہ فی یوم الاثنین نهبا، بأبی من فسطاطه مقطع العری، بأبی من لا هو غائب فيرتجی، ولا جريح فيداوی، بأبی من نفسی له الفداء ، بأبی المهموم حتی قضی، بأبی العطشان حتی مضی، بأبی من شيبته تقطر بالدماء ، بأبی من جده رسول إله السماء ، بأبی من هو سبط نبی الهدی، بأبی محمد المصطفی، بأبی خديجة الكبری بأبی علی المرتضی، بأبی فاطمة الزهراء سيدة النساء ، بأبی من ردت عليه الشمس حتی صلی

(بحارالانوار،جلد٤٥، صفحه٥٩ ،مؤسسة الوفا، بيروت)

یعنی فریاد ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی بیٹیاں قید ہوگئیں اور آپ کی ذریت بے طرح قتل کی گئی۔ان پر ہوا خاک کی چادر اُڑا رہی ہے۔اور یہ حسین ہیں جن کا سر پسِ گردن سے کاٹا گیا ہے۔ان کا عمامہ اور ردا لوٹ لی گئی۔میرے باپ اس پر فدا جس کا لشکر دوشنبہ کے دن لوٹا گیا۔میرے باپ اس پر قربان جس کے خیمہ کی طنابیں کاٹ ڈالی گئیں۔میرے باپ اس پر نثار جو ایسا غائب نہیں ہے کہ اس کے واپس آنے کی امید کی جاسکے اور نہ ایسا زخمی ہے کہ جس کا علاج کیا جاسکے،میرے باپ اس پر فدا جس پر میری جان بھی قربان ہے۔میرے باپ اس پر فدا جس کے حصہ میں غم ہی غم تھا۔یہاں تک کہ اس نے قضا کی۔میرے باپ اس پر نثار جو پیاسا ہی دنیا سے اٹھا۔میرے باپ اس پر فدا جس کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میرے باپ اس پر فدا جو نبی ہدیٰ کا نواسہ تھا۔میرے باپ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا میرے باپ خدیجہ کبریٰ پر نثار،میرے باپ علی مرتضٰے پر قربان میرے باپ فاطمہ زہرا سیدۃ النساء پر فدا،میرے باپ اس پر فدا جس کی خاطر سے سورج کو لوٹا یا گیا۔یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھی۔

قافلۂ حسینی کوفہ میں: جب یہ قافلہ کوفہ میں پہنچا جہاں کے لوگ حضرت علی وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے غداری کر چکے تھے،اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو بلا کر اور ان سے بیعت کر کے ان کو تنہا چھوڑ دیا تھا،اور حضرت امیر المومنین کی لڑکیاں اور بیویاں ان بازاروں میں بے چادر ومقنعہ زنجیروں میں بندھی ہوئی لائی گئی ہیں،اوران کو دیکھ کر لوگوں نے گریہ وزاری شروع کردی،تو سیدہ زینب نے ان کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور پھر فرمایا۔

﴿خطبۂ زینب رضی اللّٰہ عنہا﴾

أما بعديا أهل الكوفة يا أهل الختر والغدر والحدل ألا فلا رقأت العبرة، ولاهدأت الزفرة، إنما مثلكم مثل التی نقضت غزلها من بعد قوة أنكاثا تتخذون أيمانكم دخلا بينكم، هل فيكم إلا الصلف والعجب، والشنف والكذب وملق الاماء وغمز الاعداء كمرعی علی دمنة، أو كقصة

على ملحودة ألا بئس ما قدمت لكم أنفسكم أن سخط الله عليكم وفى العذاب أنتم خالدون أتبكون على أخى ؟ أجل والله فابكوا، فانكم والله أحق بالبكاء فابكوا كثيرا واضحكوا قليلا، فقد بليتم بعارها، ومنيتم بشنارها، ولن ترحضوها أبدا، وأنى ترحضون قتل سليل خاتم النبوة، ومعدن الرسالة، وسيد شباب أهل الجنة، وملاذ حربكم، ومعاذ حزبكم، ومقر سلمكم، وآسى كلمكم، ومفزع نازلتكم، والمرجع إليه عند مقالتكم، ومدره حججكم، ومنار محجتكم، ألا ساء ما قدمت لكم أنفسكم وساء ما تزرون ليوم بعثكم فتعسا تعسا ونكسا نكسا لقد خاب السعى، وتبت الايدى وخسرت الصفقة، وبؤتم بغضب من الله، وضربت عليكم الذلة والمسكنة أتدرون ويلكم أى كبد لمحمد صلى الله عليه وآله فريتم ؟ وأى عهد نكثتم ؟ وأى كريمة له أبرزتم ؟ وأى حرمة له هتكتم ؟ وأى دم له سفكتم ؟ لقد جئتم شيئا إداتكاد السماوات يتفطرن منه، وتنشق الارض وتخر الجبال هداالقد جئتم بها شوهاء صلعاء عنقاء سواء فقماء خرقاء، طلاع الارض وملء السماء أفعجبتم أن لم تمطر السماء دما ؟ ولعذاب الآخرة أخزى وهم لا ينصرون، فلا يستخفنكم المهل فانه عزوجل من لا يحفزه البدار ولا يخشى عليه فوت الثأر، كلا إن ربك لنا ولهم بالمرصاد ثم أنشأت تقول

(بحارالانوار،جلد٤٥، صفحه١٦٣، ١٦٤،مؤسسة الوفا، بيروت)

یعنی اے اہل کوفہ اے غدارو اے مکارو! ہم پر گریہ کر رہے ہو۔تمہارے آنسو کبھی نہ تھمیں اور تمہاری فریاد کبھی نہ ختم ہو۔ تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو سوت اچھی طرح کاتنے کے بعد توڑ دیتی ہے۔تم نے بھی رشتۂ عہد کو توڑ ڈالا اور اصلی کفر کی طرف لوٹ گئے۔کیا تم اپنی قسموں میں مکرو خیانت کو پیش نظر رکھے ہوئے ہو۔تم لوگوں میں صرف غلط دعوے ہیں اور تم سب کے سب عیب و کذب سے وابستہ ہو۔تم میں کنیزوں کی سی چاپلوسی اور دشمنوں کی سی غمازی ہے۔تمہاری مثال اس ہری گھاس کی سی ہے۔جو کوڑے پر لہلہا رہی ہو۔یا اس چاندی کی طرح ہے جس سے کوئی قبر سنواری گئی ہو۔تم نے اپنی آخرت کے لیے بہت خراب توشہ بھیجا ہے۔خدا کا غضب تمہارے لیے مہیا ہے۔اور تم عذاب میں ہمیشہ رہو گے۔ارے تم ہم پر رو رہے ہو۔ہاں قسم بخدا بہت روؤ۔قسم بخدا تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ تم روتے رہو۔زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔یعنی خوشی تمہیں کم نصیب ہو۔عیب و ننگ تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا ہے۔اور اس ذلت کو تم اپنے سے کسی طرح دور نہیں کر سکتے۔اور کسی پانی سے اس دھبہ کو نہیں دھو سکتے۔اور تم کیونکر اس بات کی تلافی کر سکتے ہو کہ تم نے خاتم النبیین ﷺ کے جگر گوشہ اور جوانانِ جنت کے سردار کو شہید کر دیا ہے۔جو تمہاری جنگ میں تمہارا مقامِ امن تھا۔جو تمہارے گروہ کے لئے جائے پناہ اور تمہاری صلح کی جائے قرار تھا۔تم مباحثہ میں جس کی طرف رجوع کر سکتے تھے۔جو تمہاری دلیلوں کا معدن اور تمہارے دینی راستہ کا روشن کرنے والا تھا۔کتنے بڑے گناہ کے تم مرتکب ہوئے ہو۔رحمت خدا سے

دور ہو گئے ہو تمہاری کوشش بیکار ہو کر رہ گئی۔تم دنیا و آخرت کے خسارے سے دوچار ہو گئے ہو۔عذاب الٰہی کے مستحق قرار پائے ہو۔اور ذلت و خواری کو تم نے اپنے لیے خرید لیا ہے۔اے اہل کوفہ تم پر وائے ہو جناب رسالتمآب ﷺ کے کیسے جگر گوشہ کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔
اور ان کے خانوادہ کی کیسی کیسی مخدرہ اور عفت مآب بی بیوں کو بے پردہ کر دیا۔ان کے کیسے برگزیدہ فرزندوں کا خون بہایا اور آنحضرت ﷺ کی کیا کیا حرمت ضائع کی۔ایسا قابل نفرت کام تم نے کیا ہے کہ جس کی وجہ سے قریب ہے کہ آسمان شگافتہ ہو جائے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ جائیں، تم نے ایسی بری حرکت کی ہے کہ جس نے زمین و آسمان کو گھیر لیا ہے۔تم کو اس بات پر تعجب ہے کہ آسمان سے اس واقعہ پر خون برسا (یہ تو فقط نشانی ہے) دیکھو عذاب آخرت تمہیں اس سے بھی زیادہ رسوا کرے گا اور کوئی تمہاری مدد نہ کرے گا۔وہاں خدا کی نرمی اور مہلت تمہارے بوجھ کو ہلکا نہ کرے گی۔(وہاں عذاب کے منتظر رہو) کیونکہ خداوند عالم عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔اسے وقت اور انتقام کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے۔تمہارا پروردگار گنہگاروں کی گھات میں ہے۔پھر سیدہ زینب نے یہ اشعار انشا فرمائے۔

(۱) ماذا تقولون إذ قال النبی لکم
ماذا صنعتم و أنتم آخر الامم ؟

(۱) یعنی تم اس وقت کیا جواب دو گے جب پیغمبر خدا ﷺ تم سے کہیں گے کہ تم تو آخری اُمّت (اُمّتِ مرحومہ) ہو تم نے یہ کیا کیا۔

(۲) بأهل بیتی و أولادی و مکرمتی
منهم اساری و منهم ضرجوا بدم ؟

(۲) یعنی میرے اہلبیت و میری اولاد میری حرمت کے ساتھ بعض کو ان میں سے قید کیا اور بعض کو قتل کر ڈالا۔

(۳) ما کان ذاك جزائی إذ نصحت لکم
أن تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی

(۳) یعنی یہ تو صلہ نہ تھا میری نصیحت و رسالت و اصلاح کا جو میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا کہ تم میرے بعد میرے قرابتداروں کے ساتھ ایسا برا سلوک کرتے۔

(۴) إنی لاخشی علیکم أن یحل بکم
مثل العذاب الذی أودی علی إرم

(۴) یعنی میں ڈرتی ہوں کہ کہیں تم پر بھی وہی عذاب نازل نہ ہو جائے جس نے ارم و شداد والوں کو ہلاک کر ڈالا تھا۔

(بحارالانوار، جلد ٤٥، صفحہ ١٦٣، ١٦٤، مؤسسۃ الوفا، بیروت)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تقریر کا اثر: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یہ تقریر سن کر لوگ دھاڑیں مار کر روتے تھے۔ بشر بن خزیم اسدی کہتا ہے کہ میں نے کوفہ کے لوگوں کو دیکھا کہ یہ تقریر سن کر زن و پسر مردہ کی طرح روتے تھے۔ اور دانتوں سے اپنی انگلیاں چباتے تھے۔ ایک شخص ضعیف میرے پاس کھڑا تھا وہ کہنے لگا۔

بأبي وامي كهولهم خير الكهول، وشبابهم خير شباب، ونسلهم نسل كريم وفضلهم فضل عظيم

(بحارالانوار، جلد ٤٥، صفحه ١٦٤، مؤسسة الوفا، بيروت)

یعنی میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں ان کے بڑھے لوگ دنیا کے بڈھوں اور جوان لوگ دنیا کے جوانوں سے بہتر ہیں۔ ان کی نسل بزرگ ہے اور ان کا فضل عظیم ہے۔

جب جوشِ گریہ زیادہ ہوا تو جناب حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھوپھی بس اب خاموش ہو جاؤ۔ ماضی سے جو بچ گیا ہے اس پر بس کرو۔ خدا کا شکر کہ آپ ایسی عالمہ ہیں کہ جس کو کسی انسان نے علم نہیں دیا۔ اور آپ عقلمند ہیں بغیر دانائی سکھانے والے کے۔ اور فرمایا کہ إن البكاء والحنين لا يرد ان من قد أباده الدهر

(بحارالانوار، جلد ٤٥، صفحه ١٦٤، مؤسسة الوفا، بيروت)

یعنی گریہ وزاری ان لوگوں کو واپس نہیں لے آتی جن کو زمانہ فنا کر چکا ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی جرأت و بے باکی ضرب المثل بن گئی کہ قافلۂ حسینی کو کوفہ سے دمشق میں لے آئیں اور جگہ جگہ عوام وخواص کو سانحۂ کربلا واضح طور بیان فرماتی رہیں۔ اتنا طویل سفر طے کر کے جب قافلہ دمشق پہنچا تو یزید قافلہ سے ملاقات کا خواہاں ہوا قافلہ کی سالار سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یزید جیسے ظالم و جابر کے سامنے برملا اسکے ظلم وستم کی داستان سنادی جو مندرج ذیل من وعن حاضر ہے۔

خطبۂ زینب در مجلس یزید: یہ وہ خطبہ ہے جس نے دنیا کے سامنے ثابت کر دیا کہ حق ہمیشہ حکومت کی سطوت اور طاقت پر غالب رہتا ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اہلِ حق کو نہیں دبا سکتی۔ کل کی بات تھی کہ حکومت نے اپنا سارا زور لگا کر کربلا کے میدان میں اپنی پوری طاقت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اور اس ہی خاندان کے تمام افراد شہید ہو گئے۔ مال واسباب جو کچھ تھا لٹ گیا۔ بظاہر دنیا کی کوئی چیز ان کے پاس نہ تھی جس حاکم کے حکم سے یہ ساری مصیبتیں آئی تھیں وہ ہی اپنے پورے شان وشوکت کے ساتھ مسند زریں پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس کے اردگرد ننگی تلواریں لیئے ہوئے اس کے سپاہی کھڑے ہیں۔ اس حاکم کے سامنے چند کمزور اور نحیف بے کس قیدیوں کی لائن زنجیروں میں جکڑی ہوئی کھڑی ہے۔ ان کے سب مرد رشتہ دار کربلا میں کام آئے اور اب بظاہر دنیا میں یہ کسی کو اپنا مونس وناصر نہیں پاتے۔ اس حاکمِ وقت نے چند ناجائز حرکات کیں، زبان سے غرور آمیز کلمے نکالے جو ایک بے کس وغریب ونزار عورت نے سنے۔ جس کے سب عزیز بھائی اور جس کے اپنے بچے بھتیجے سب میدانِ کربلا میں شہید ہو چکے تھے۔ دنیاوی جرأت وہمت کا آخری قطرہ ایسی

عورت کے بدن سے نکل جاتا ہے۔لیکن اس عورت نے جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔علی رضی اللہ عنہ کی گود میں پرورش پائی تھی،اور جناب رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان چوسی تھی، یہ کلماتِ ناحق سنے اور تاب نہ لاسکی۔حق کی طاقت کے زور پر اور ہر حالت میں غالب رہنے والی جرات کے ساتھ یہ تقریر فرمائی: الحمد لله رب العالمين وصلى الله على رسوله وآله أجمعين، صدق الله كذلك يقول "ثم كان عاقبة الذين أساؤا السوء ى أن كذبوا بآيات الله وكانوا بها يستهزؤن "أظننت يا يزيد حيث أخذت علينا أقطار الارض وآفاق السماء، فأصبحنا نساق كما تساق الاسارى أن بنا على الله هوانا وبك عليه كرامة ؟ وأن ذلك لعظم خطرك عنده ؟ فشمخت بأنفك، ونظرت فى عطفك، جذلان مسرورا، حين رأيت الدنيا لك مستوسقة والامور متسقة، وحين صفالك ملكنا وسلطاننا، مهلا مهلا أنسيت قول الله تعالى "(وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۱) "أمن العدل يا ابن الطلقاء تخديرك حرائرك وإماء ك وسوقك بنات رسول الله سبايا قد هتكت ستورهن وأبديت وجوههن تحدوبهن الاعداء من بلد إلى بلد ويستشرفهن أهل المناهل والمناقل، ويتصفح وجوههن القريب والبعيد، والدنى والشريف، ليس معهن من رجالهن ولى، ولامن حماتهن حمى ؟ وكيف يرتجى مراقبة من لفظ فوه أكباد الازكياء، ونبت لحمه بدماء الشهداء ؟ وكيف يستبطء فى بغضنا أهل البيت من نظر إلينا بالشنف والشنآن، والاحن والاضغان ؟ ثم تقول غير متأثم ولا مستعظم :وأهلوا واستهلوا فرحا *ثم قالوا يا يزيد لاتشل منتحيا على ثنايا أبى عبد الله سيد شباب أهل الجنة، تنكتها بمخصرتك وكيف لا تقول ذلك؟ وقد نكأت القرحة واستأصلت الشأفة، باراقتك دماء ذرية محمد صلى الله عليه وآله ونجوم الارض من آل عبد المطلب، وتهتف بأشياخك زعمت أنك تناديهم فلتردن وشيكا موردهم، ولتودن أنك شللت وبكمت، ولم يكن قلت ما قلت وفعلت ما فعلت "اللهم خذ بحقنا، وانتقم من ظالمنا، وأحلل غضبك بمن سفك دماء نا وقتل حماتنا "فوالله مافريت إلا جلدك، ولاجزرت إلا لحمك، ولتردن على رسول الله بما تحملت من سفك دماء ذريته، وانتهكت من حرمته فى عترته ولحمته، حيث يجمع الله شملهم

---

۱ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۝

(پارہ۴،سورہ آل عمران،آیت ۱۷۸)

ترجمہ: اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے،ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

ويلم شعثهم، ويأخذ بحقهم، (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ [1])، حسبك بالله حاكما، وبمحمد خصيما وبجبرئيل ظهيرا، وسيعلم من سوى لك ومكنك من رقاب المسلمين، بئس للظالمين بدلا، وأيكم شر مكانا وأضعف جندا ولئن جرت على على الدواهي مخاطبتك إني لاستصغر قدرك، وأستعظم تقريعك وأستكبر توبيخك، لكن العيون عبرى، والصدور حرى، ألا فالعجب كل العجب لقتل حزب الله النجباء بحزب الشيطان الطلقاء ، فهذه الايدى تنطف من دمائنا والافواه تتحلب من لحومنا، وتلك الجثث الطواهر الزواكى تنتابها العواسل وتعفوها امهات الفراعل، ولئن اتخذتنا مغنما لتجدنا وشيكا مغرما، حين لاتجد إلا ما قدمت وما ربك بظلام للعبيد، فالى الله المشتكا، وعليه المعول، فكد كيدك واسع سعيك، وناصب جهدك، فوالله لا تمحو ذكرنا، ولا تميت وحينا، ولا تدرك أمدنا، ولا ترحض عنك عارها، وهل رأيك إلا فند، وأيامك إلا عدد، وجمعك إلا بدد، يوم يناد المناد ألا لعنة الله على الظالمين، فالحمد لله الذى ختم لاولنا بالسعادة ولآخرنا بالشهادة والرحمة، ونسأل الله أن يكمل لهم الثواب، ويوجب لهم المزيد ويحسن علينا الخلافة، إنه رحيم ودود، وحسبنا الله ونعم الوكيل

(بحارالانوار،جلد٤٥، صفحه١٣٣تا١٣٥،مؤسسة الوفاء، بيروت)

یعنی حمد ہے واسطے رب العالمین کے۔صلوٰۃ ودرود ہے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اوران کی آل پر۔خداوندتعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔پھر براہوا انجام ان لوگوں کا جو برائی کرتے تھے خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتے تھے۔اوران کا مذاق اُڑاتے تھے۔''اے یزید تونے ہم پرنا کہ بند کردیا۔آسمان کی فضاء تنگ کردی۔یہاں تک کہ اہلبیت کی مخدرات عصمت کو قید کرکے دیار بہ دیار پھرایا۔اس وجہ سے کیا تجھے یہ گمان ہوگیا ہے کہ ہم خدا کے نزدیک ذلیل وخوار ہیں اورتو اس کی نظر میں مکرم ہے۔؟اورتیرا یہ ظلم جو ہم پر گذرا ہے تو کیا یہ خیال کرتا ہے کہ تجھے اس کی بارگاہ میں شان ومنزلت حاصل ہوگئی ہے۔اورتو اس گمان بد کے سبب متکبروں کی طرح ماتھے پر شکن ڈالتا ہے اوردائیں بائیں متکبرانہ انداز سے دیکھ رہا ہے۔خوشی سے اپنے شانوں کو حرکت دے رہا ہے۔اوراترا اترا کر کولے مٹکا رہا ہے۔اوراس پر خوش ہے کہ تو نے دنیا کو اپنے لئے ہموار پایا ہے اوراپنے کام درست کرلئے ہیں اورہماری مملکت وسلطنت تجھ کو بے خار وخلش مل گئی ہے۔جلدی نہ کر، ذرا دم لے۔کیا تو نے یہ

[1] وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

(پارہ۴،سورہ آل عمران،آیت ۱۶۹)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

بات فراموش کردی ہے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے: ''زنہار یہ گمان نہ کر کہ میں نے کفار کو مہلت دے دی ہے، اور جو کچھ انکو یہ ڈھیل ہے یہ خیر ہے۔ بلکہ ہم اس کو زمانہ دراز تک چھوڑ رکھتے ہیں تا کہ ان کا گناہ اور بڑھے۔ اوران کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب موجود ہے۔'' (۳۔۱۷۸) اے طلقاء کے بیٹے (فتح مکہ کے دن رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابوسفیان وغیرہ کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا تھا کہ اذ هبو افا نتم الطلقاء جاؤتم آزاد غلام ہو۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔) کیا یہ تیرا عدل وانصاف ہے کہ تو نے اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پردے میں رکھا ہے اور دختر انِ پیغمبر کو اسیر کر کے تشہیر کرایا ہے۔ ان کی حرمت ضائع کر دی ہے۔ ان کو سر برہنہ کر دیا ہے۔ دشمنوں نے ایک شہر سے دوسرے شہر میں انہیں پھرایا ہے۔ لوگ ان کے چہروں پر نظر کرتے ہیں۔ اور دور ونزدیک کے لوگ، شریف اور کمینے سب ان کے رخساروں کو گھور گھور کے دیکھتے ہیں۔ اس پر مصیبت یہ ہے کہ ان بیچاروں کے ساتھ کوئی ان کی حمایت کرنے والا با اختیار مرد نہیں ہے۔ ہاں اس شخص سے کیوں کر مراعات کی امید کی جائے جس کے بزرگوں کے منہ نے پاکیزہ لوگوں کا جگر چبا کے تھوکا ہو اور جس کا گوشت پوست شہیدوں کے خون سے پرورش یافتہ ہو کیوں یہ حالت نہ ہو۔ جو ہمیں بغض ودشمنی اور کینہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ دشمنی کرنے میں کیا کمی کرے گا۔ اے یزید لعین پھر تو بغیر گناہ اور امر عظیم کا خیال کئے ہوئے اپنے بزرگوں کو یاد کر کے کہتا ہے

میرے نزدیک یہ منظر دیکھ کر خوشی سے اُچھل پڑتے اور کہہ اُٹھتے کہ اے یزید تیرا ہاتھ شل نہ ہو

حالانکہ سردار جوانانِ جنت ابوعبداللہ الحسین کے دانتوں سے تو بے ادبی کر رہا ہے۔ اے یزید تو کیوں نہ خوش ہو۔ اَیسے کلام زبان پر کیوں نہ لائے۔ اس لئے کہ تُو نے زخم کو گہرا کر دیا ہے۔ اور شجرۂ طیبہ کو اس کی جڑ سے کاٹ کر پھینک دیا ہے۔ یعنی ذرّیتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہایا ہے۔ اور آلِ محمد اور اولاد عبدالمطلب کے ان افراد کو جو مثل ستارہ ہائے زمین تھے قتل کر ڈالا ہے اور اپنے اسلاف کو اپنی اس کامیابی پر صدادے رہا ہے۔ پس تو عنقریب ان سے ملحق ہوگا۔ اور اُس وقت آرزُو کرے گا کہ کاش دنیا میں نہ تیرے ہاتھ ہوتے اور نہ تیری زبان ہوتی تا کہ تو نے جو کچھ کیا وہ نہ کرتا، اور جو کچھ تو نے کہا وہ نہ کہتا۔ اس کے بعد اس معظّمہ نے آسمان کی جانب رُخ کر کے عرض کی کہ میرے معبود! میرے حق کا بدلہ ظالموں سے لے اور ستمگاروں سے خود انتقام لے اور اُس پر اپنا غضب نازل کر جس نے ہمارا خون بہایا، اور ہمارے جوانوں کو تہ تیغ کیا۔ اے یزید قسم بخدا جو کچھ ظلم تو نے کیا ہے وہ اپنے ساتھ کیا ہے۔ تو نے اپنی ہی کھال چاک کی ہے، اور اپنا ہی گوشت کاٹا ہے۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بصورت مجرم لایا جائے گا کہ تو نے اُن کی ذریت کا خون بہایا ہے اور ان کی

عترت (قریبی رشتہ دار) اور پارہ ہائے جگر کے ناموس کی ہتک حُرمت کی ہے۔ اُس وقت خداوند عالم ان کی پریشانی کو دُور کرے گا، ان کی پراگندگی کو مبدل بہ سکون کرے گا، اور ستمگاروں سے ان کا حق لے گا۔ تو ہرگز گمان نہ کر کہ کُشتگانِ راہِ خدامُردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں طرح طرح کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہیں۔ اور خدا کا انصاف کرنا، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تجھ سے دعویدار ہونا، اور جبرئیل علیہ السلام کا ان کی ذریت کی مدد کے لئے مُستعد ہونا تیری سزا کے لئے کافی ہے۔ عنقریب وہ شخص جس نے تیرے لئے بساط سلطنت بچھائی تھی اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلّط کیا تھا، بہت جلد معلوم کر لے گا کہ ظالموں کا بدلہ بُرا ہوتا ہے۔ اور جائے قیام کے اعتبار سے تم میں سے کون بدتر ہے اور کس کے اعوان و مددگار ضعیف تر ہیں۔ اگرچہ گردشِ زمانہ اور حوادثِ روزگار نے مجھے تجھ سے ہمکلام کر دیا ہے۔ یا اگر تجھ سے اس دلیری سے ہمکلام ہونا مجھ پر سِتم پر سَتم ڈھائے۔ پھر بھی میں تجھ کو حقیر ہی سمجھتی ہوں اور سمجھتی رہوں گی۔ اور میں اپنی سرزنش اور شماتت کو جو تو ہمارے ساتھ عمل میں لا رہا ہے بہت عظیم جانتی ہوں اور جانتی رہوں گی۔ افسوس ہے کہ آنکھیں گریاں ہیں، اور سینے آتشِ غم سے جل رہے ہیں۔ نہایت تعجب ہے کہ رحمان کا لشکر شیطان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ ہمارا خون ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں سے ابھی تک ٹپک رہا ہے اور ان کے دہنوں سے ہمارے گوشت کی رطوبت جاری ہے اور صحرا کے بھیڑیئے ان پاکیزہ اجساد کا طواف کر رہے ہیں۔ اے یزید لعین اگر تو نے آج ہم کو تباہ کر کے غنیمت پائی ہے تو کل قیامت کے دن خسارے میں پڑے گا جب کہ تو سوائے اپنے اعمالِ بَد کے اور کوئی چیز وہاں نہ پائے گا۔ حق تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ خدا ہی سے شکایت ہے، اور اُسی پر اعتماد ہے۔ اے یزید لعین جتنا کید و مکر چاہے کئے جا، اور اپنی کوشش سے باز نہ آ۔ اور ستم کو اپنا نصب العین بنا لے۔ لیکن قسم بخدا تو ہمارا ذکر صفحۂ جہان سے محو نہیں کر سکتا، اور اس واقعہ کا ننگ و عار تجھ سے دُھل نہیں سکتا۔ تیری رائے سُست ہے اور تیری زندگی صرف گِنے ہوئے دِن ہیں، اور تیرا ذخیرہ اس دِن صرف پریشانی ہوگی جس دن منادی ندا کرے گا ظالموں پر خدا کی لعنت۔" خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمارے اوّل (محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم)) کو سعادت سے بہرہ اندوز کیا اور ہمارے آخر (حسین رضی اللہ عنہ کو) شہادت کا فخر عطا فرمایا۔ میں خدا سے دُعا کرتی ہوں کہ ہمارے شہداء کا ثواب مکمل کرے ان کے اجر کو زیادہ کرے اور ہمارے بقیہ افراد کے حالات کی درستی اور اصلاح میں احسان فرمائے وہ بخشنے والا مہربان ہے اور ہر لحاظ سے وہی بہترین کارساز ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد للّٰہ و سلام علٰی عبادہ الدین الصطفیٰ

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اکیس (۲۱) صاحبزادے اور اٹھارہ (۱۸) صاحبزادیاں تھیں (علی الاختلاف) لیکن جن کی دنیا بھر میں اولاد پھیلی وہ صرف پانچ ہیں:

(۱) امام حسن (۲) امام حسین (۳) امام محمد بن الحنفیہ (۴) عباس ابن الکلابیہ (۵) عمر بن التغلبیہ

(رضی اللّٰہ عنہم اجمعین)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پانچ صاحبزادے وصاحبزادیاں پیدا ہوئے (۱) امام حسن (۲) امام حسین (۳) امام محسن (۴) ام کلثوم (۵) زینب۔ (رضی اللّٰہ عنہم اجمعین)

تفصیل اولادِ فاطمہ رضی اللّٰہ عنہا

(۱) حضرت محسن تو عالم دنیا کی ہوا کھانے سے پہلے ہی راہی ملک بقا ہوئے۔

(۲) حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد بکثرت پھیلی۔

بی بی اُم کلثوم کا نکاح سیدنا عمر بن الخطاب (فاروق اعظم خلیفہ ثانی) رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے ایک صاحبزادہ زید اور ایک صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے پھر ان کا نکاح (فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد) آپ کے چچازاد حضرت عون بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے ہوا ان کی وفات کے بعد ان بی بی کا نکاح حضرت عون کے بھائی محمد سے ہوا ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر سے نکاح ہوا اور انہی کے نکاح کے دوران بی بی کا وصال ہو گیا اور ان مؤخرالذکر شوہروں سے بی بی کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

تفصیل اولاد زینب بنت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللّٰہ عنہما از سیدہ فاطمہ

بی بی زینت (رضی اللہ عنہا) کا نکاح اپنے عمزاد حضرت عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہ) سے ہوا اس سے یہ اولاد ہوئی۔

(۱) علی (۲) عون اکبر (۳) عباس (۴) محمد (۵) اُم کلثوم (رضی اللّٰہ عنہم اجمعین)۔ (طبقات ابن سعد)

فائدہ: بی بی زینب کی اولاد مذکورہ دنیا بھر میں پھیلی اور ہم انہی کے متعلق اسی باب میں چند امور عرض کریں گے۔

(۱) بالاجماع یہ حضرات بھی آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت میں داخل ہیں اس لئے کہ آل النبی بنو ہاشم و بنو المطلب سے جملہ اہل ایمان کا نام ہے چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا، بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ ثُمَّ قَالَ وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي

یعنی ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دینے کے لئے مدینہ اور مکہ کے درمیان اس تالاب پر کھڑے ہوئے جس کو خُم کہتے ہیں پھر فرمایا اور (دوسرے) میرے اَہلِ بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کو یاددلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اَہلِ بیت کے متعلق اللہ کو یاددلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اَہلِ بیت کے متعلق اللہ کو یاددلاتا ہوں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں انہوں نے فرمایا:

أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ قَالَ وَمَنْ هُمْ قَالَ هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيلٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَبَّاسٍ

(صحيح المسلم، كتاب فضائل الصحابة ، الباب من فضا ئِلِ على بن ابى طالب رضى الله عنه، الجزء١٢، الصفحة١٣٤، الحديث٤٤٢٥)

(الحاوى للفتاوىٰ،رساله العجاجة الزرنبية فى السلالة الزينبية، جلد٣، صفحه٤٣)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اَہلِ بیت وہ حضرات ہیں جن پر صدقہ حرام ہے عرض کی گئی وہ کون ہیں؟ فرمایا آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس (رضی اللّٰہ عنہم اجمعین)

(۲) اولا دزینب رضی اللہ عنہم بھی بالاجماع حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریات اور اولاد ہے اور یہ پہلی وجہ سے اخص ہے امام بغوی رحمہ اللہ نے التهذيب میں لکھا کہ أَوْلَادُ بَنَاتِ الْإِنْسَانِ لَا يُنْسَبُوْنَ إِلَيْهِ ، وَإِنْ كَانُوْا مَعْدُوْدِيْنَ فِيْ ذُرِّيَّتِهِ حَتَّى لَوْ أَوْصَى لِأَوْلَادِ أَوْلَادِ فُلَانٍ يَدْخُلُ فِيهِ وَلَدُ الْبِنْتِ

(الحاوى للفتاوىٰ،رساله العجاجة الزرنبية فى السلالة الزينبية، جلد٣، صفحه٤٤)

یعنی انسان کی لڑکی کی اولاد اس کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی اگرچہ اس کی ذریۃ کہی جاسکتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے اولاد فلاں کی اولاد کے لئے وصیت کی تو اس میں بنت (لڑکی) کی اولاد وصیت میں داخل ہوگی۔

(۳) سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اولاد زینب بھی اولاد حسنین میں اس قانون میں شریک ہے یا نہیں؟ کہ وہ اولاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے منسوب ہیں۔اس کا جواب نفی میں ہے اور یہ وجہ اس وجہ (جو پہلے گذری ہے) سے اخص ہے۔

فائدہ: فقہاءِ کرام نے اولادِ حقیقی اور اس کے مابین فرق کیا ہے جو کسی انسان کی طرف منسوب ہو اسی لئے فقہاءِ کرام نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ (وقفت علی اولادی) میں نے اپنی اولاد پر فلاں شے وقف کی) تو اس وقف میں لڑکی کی اولاد بھی داخل ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اپنی اس اولاد پر وقف کیا جو میری طرف منسوب ہے تو اس وقف میں اس کی لڑکی کی اولاد

داخل نہ ہوگی۔

فائدہ: فقہاء کرام نے حضورسرورعالم ﷺ کے خصائص میں شمار فرمایا ہے کہ آپ کی بنات کی اولاد تو آپ کی طرف منسوب ہے لیکن آپ کی بنات کی بنات کی اولاد کے متعلق فقہاء نے کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

تو یہ خصوصیت صرف بنات الاولاد کے طبقہ عُلیا کے ساتھ مخصوص ہے اور بس۔ اسی معنی پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چار صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی اولاد حضورسرورعالم ﷺ کی طرف منسوب ہے مثلاً اولاد حسنین اپنے باپوں کی طرف بھی منسوب ہے اور حضورسرورعالم ﷺ کی طرف بھی لیکن اولاد زینب و اولاد اُم کلثوم اپنے باپوں عمرو عبداللہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہوں گی نہ کہ اپنی ماؤں کی طرف اور نہ ہی حضورسرورعالم ﷺ کی طرف۔ اس لئے کہ وہ آپ کی بنت البنت کی اولاد ہے نہ کہ بنت کی تو ان میں مشہور قاعدہ شرعیہ جاری ہوگا کہ ہر اولاد اپنے باپ سے منسوب ہوتی ہے نہ کہ ماں کی طرف۔ سوائے اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کہ یہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور یہ صرف انہی کا خاصہ ہے کہ وہ حضورسرورعالم ﷺ کی طرف منسوب ہوں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے اور یہ استثناء صرف اور صرف حسنین کی اولاد کے لئے ہے اور بس (رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین)

﴿اولاد الحسنین کے متعلق احادیث مبارکہ﴾

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : لِكُلِّ بَنِى أُمٍّ عَصَبَةٌ يَنْتَمُونَ إِلَيْهِمْ إِلَّا ابْنَىْ فَاطِمَةَ ، فَأَنَا وَلِيُّهُمَا وَعَصَبَتُهُمَا

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب معرفة الصحابة رضى اللّٰه عنهم، الباب ومن مناقب الحسن والحسين ابنى بنت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، الجزء١١، الصفحة٨٢، الحديث٤٧٥٤)

یعنی ہر بنی اُم کے لئے عصبہ ضروری ہے سوائے فاطمہ کے دو بیٹوں کے انکا ولی وعصبہ میں ہوں۔

(۲) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: لِكُلِّ بَنِى أُنْثَى عَصَبَةٌ يَنْتَمُونَ إِلَيْهِ إِلَّا وَلَدَ فَاطِمَةَ ، فَأَنَا وَلِيُّهُمْ ، وَأَنَا عَصَبَتُهُمْ

(مسند ابى يعلى،مسند فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليهما،كل بنى أم عصبة ينتمون إليه ، إلا ولد فاطمة، الجزء١٣، الصفحة٤٨٤، الحديث٥٦٩٨)

یعنی ہر بنی اُم کے لئے عصبہ ضروری ہے سوائے فاطمہ کے دو بیٹوں کے انکا ولی وعصبہ میں ہوں۔

فائدہ: حدیث شریف کے الفاظ پر غور فرمایئے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے کیسے صاف الفاظ میں تصریح فرمائی ہے کہ صرف اولاد الحسنین ہی ان سے منسوب ہے اور آپ صرف انہی کے عصبہ ہیں اور بس یہاں تک کہ ان کی ہمشیرگان کی اولاد

بھی اس خصوصیت میں شامل نہیں اسی لئے کہ وہ اپنے آباء کی طرف منسوب ہوتے ہیں اسی لئے اسلاف واخلاف سب متفق ہیں کہ ہر سیدزادی کی اولاد سید نہیں ہوتی ۔اگر خصوصیت مذکورہ عام ہوتی تو ہر سیدزادی کی ہر طرح کی اولاد پر صدقہ حرام ہوتا۔

جب کہ اس کا باپ غیر سید ہو (یعنی قریشی وغیرہ) اسی لئے حضور نبی پاک ﷺ نے **ابنی فاطمہ** (فاطمہ کے دونوں صاحبزادے) کی قید لگائی ہے فلہٰذا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے سوا یہ خصوصیت اور کسی کو نصیب نہیں یہاں تک کہ آپ کی ہمشیرہ کلاں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بھی ۔ وہ اسی لئے کہ سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد نرینہ اولاد نہیں چھوڑی کہ جسے حسنین رضی اللہ عنہما کا ہم لقب (سید) کہا جائے ۔ ہاں بی بی زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی امامہ بنت ابی العاص بن الربیع رضی اللہ عنہا تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان پر یہ حکم جاری نہیں فرمایا حالانکہ وہ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہما حضور سرور کونین ﷺ کے زمانۂ اقدس میں موجود (زندہ) تھیں ۔اس سے ثابت ہوا کہ سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول ﷺ کی طرف منسوب نہیں ہوسکتیں ۔

اس لئے کہ بی بی امامہ آپ کی صاحبزادی نہیں بلکہ صاجزادی کی صاحبزادی ہیں ۔ ہاں خود بی بی زینب رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ کی بلا واسطہ صاحبزادی ہیں ۔ ہاں آپ کی نرینہ اولاد ہوتی تو بھی وہ حضور ﷺ کی طرف منسوب ہوتی اور اس کا حکم بھی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جیسا ہوتا وہ یہی کہ جیسے حسنین کی اولاد حضور ﷺ کی طرف منسوب ہے ایسے ہی بی بی زینب کی نرینہ اولاد بھی آپ کی طرف منسوب ہوتی ۔

فائدہ: اس مسئلہ میں امام سیوطی کا آخری فیصلہ ہے لیکن بعض لوگ آپ کے معاصرین اس کے خلاف باتیں تو بناتے ہیں لیکن ان کے پاس کوئی ٹھوس اور مضبوط دلیل نہ تھی جو امام سیوطی رحمہ اللہ کے موقف کے خلاف پیش کی جاتی ۔

(الزرنبیہ)

(۴) سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اولاد زینب کو بھی اشراف (سادات) کہا جاسکتا ہے یا نہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ شریف (سید) صدر اوّل (دور اوّل) میں اہلبیت کے ہر فرد کو کہا جاتا تھا وہ حسنی ہو یا حسینی ،علوی ہو یا از اولاد محمد بن الحنفیہ یہاں تک کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد اشراف (سادات) سے ملقب تھی بلکہ اولاد علی کے علاوہ اولاد جعفر و عقیل اور عباس رضی اللہ عنہم کو بھی اشراف (سادات) سے پکارا جاتا ۔اور تاریخ حافظ الذہبی ایسے القابات سے مالا مال ہے مثلاً وہ ان کے تراجم وتعارف میں جا بجا لکھتے ہیں: الشریف العباسی، الشریف العقیلی، الشریف الجعفری، الشریف الزینبی

(الحاوی للفتاوی،الفتاوی الحدیثیة،کتاب الأدب و الرقائق،رساله العجاجة الزرنبية فی السلالة الزينبية، جلد۳، صفحه٤٦)

لیکن جب سے بنو فاطمہ کا مصر پر تسلط ہوا تو انہوں نے یہ لقب صرف اور صرف حسنین کی اولاد سے مخصوص کر دیا جو آج تک (تا زمانہ سیوطی اور تا حال ۱۴۲۵ھ) عرف اسی فسطر ح رائج ہے۔

فائدہ: حضرت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کتاب الالقاب میں لکھا کہ اَلشَّرِيْفُ بِبَغْدَادَ لَقَبٌ لِكُلِّ عَبَّاسِيٍّ ، وَبِمِصْرَ لَقَبٌ لِكُلِّ عَلَوِيٍّ انتهٰى

(الحاوی للفتاوی،الفتاوی الحدیثیة،کتاب الأدب و الرقائق،رساله العجاجة الزرنبية فی السلالة الزينبية، جلد۳، صفحه۴٦)

یعنی شریف (سید) بغداد میں ہر عباسی کا اور مصر میں ہر علوی کا لقب ہے۔

فائدہ: اس میں شک نہیں کہ قدیمی اصطلاح ہی اولیٰ ہے بہ نسبت جدید اصطلاح کے یعنی قدیم اصطلاح پر ہر علوی وجعفری وعقیلی وعباسی پر اشراف (سادات) کا اطلاق ہوتا جیسے امام ذہبی رحمہ اللہ نے کیا ہے اور ہمارے اصحاب شوافع میں امام الماوردی اور قاضی ابویعلیٰ بن الفراء حنابلہ میں سے کیا ہے ان دونوں حضرات نے الاحکام السلطانیہ میں تصریح کی ہے۔ ایسے ہی ابن المالک کا قول الفیہ میں ہے چنانچہ لکھتے ہیں: وَآلِهِ الْمُسْتَكْمِلِينَ الشَّرَفَا ، فَلَا رَيْبَ فِيْ أَنَّهٗ يُطْلَقُ عَلَى ذُرِّيَّةِ زينب الْمَذْكُورِينَ أَشْرَافٌ

(الحاوی للفتاوی،الفتاوی الحدیثیة،کتاب الأدب و الرقائق،رساله العجاجة الزرنبية فی السلالة الزينبية، جلد۳، صفحه۴٦)

یعنی اور آپ کی اولاد کاملین شرفاء (سادات) تو اس میں شک نہیں کہ اس لقب اشراف کا زینب کی مذکورہ اولاد پر اطلاق ہو۔ اور امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں ان حضرات کے تراجم میں بار بار لکھا "الشريف الزينبی" وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ اہل مصر کے لفظ شریف کے اطلاقات کے کئی قسم ہیں۔

(i) تمام اہل بیت شریف (سیّد) ہیں (ii) صرف ذریۃ رسول (ﷺ) سے لفظ شریف (سید) خاص ہے اس میں زینبیہ (اولاد زینب) بھی شامل ہے لیکن اس سے بھی زیادہ خاص وہ ہیں جو حضور ﷺ سے منسوب ہیں صرف وہی شریف (سید) ہیں یعنی حسنین کی اولاد سے (یہ لفظ) خاص ہے اور بس۔

(۵) اولاد فاطمہ بالاجماع ذوی القربیٰ کے حصّہ لینے کے مستحق ہیں۔

(٦) برکۃ الجش کے اوقات کی بھی اولاد زینب بالاجماع مستحق ہے حالانکہ برکۃ الجش صرف حسنین کی اولاد پر وقف نہ تھی بلکہ اس کے دو حصّے ہوتے تھے ایک حصہ اولاد الحسنین کو یہی اشراف کہلاتے دوسرا حصہ طالبین پر یعنی باقی جملہ اولاد علی رضی

اللہ عنہم یعنی اولاد ابن الحنفیہ اور اس کے برادران کی اولاد ایسے ہی اولاد جعفر بن ابی طالب اور ذریۃ عقیل بن ابی طالب۔

(۷) اسی طرح کی وقف کی تقسیم قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بدرالدین یوسف النخلوی سے ۱۲ ربیع الآخر ۶۴۰ھ میں ثابت ہے اور اس کے ساتھ اس کا ثبوت شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام سے ۱۹ ربیع الآخر سن مذکور میں ثابت ہے ایسے ہی قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بدرالدین بن جماعت سے ثابت ہے۔ (ایقاظ المتامل لابن المتوج)

(۸) کیا سبز لباس سے یہی لقب (سیّد) مخصوص تھا اس کا جواب یہ ہے کہ لباس سبز سے لقب کی شرعاً کوئی تخصیص ثابت نہیں، نہ ہی احادیث سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے اور نہ زمانۂ قدیم میں اس کے متعلق کوئی روایت ملتی ہے بلکہ سبز لباس اشراف (سادات) کے لئے ۷۷۳ھ کی ایجاد ہے جو ملک اشرف شعبان بن حسین کے حکم سے اس کا آغاز ہوا اس پر شعراء نے طویل قصیدے اور اشعار لکھے جن کا لکھنا تطویل لا طائل (بے سود) ہے ان اشعار میں سے یہ اشعار ابوعبداللہ بن جابر اندلسی (نابینا) کے ہیں یہ بزرگ شرح الفیہ کے مصنف اور اعمٰی وبصیر کے نام سے مشہور تھے:

جَعَلُوا لِأَبْنَاءِ الرَّسُولِ عَلَامَةً   إِنَّ الْعَلَامَةَ شَأْنُ مَنْ لَمْ يُشْهَرُ

نُورُ النُّبُوَّةِ فِي كَرِيمِ وُجُوهِهِمْ   يُغْنِي الشَّرِيفَ عَنِ الطِّرَازِ الْأَخْضَرِ

(مواهب الجليل لشرح مختصر الخليل، كتاب الشهادات،باب القذف،جلد۲،صفحه۳۰۲،دارالفكر)

(الحاوى للفتاوى،الفتاوى الحديثية،كتاب الأدب و الرقائق،رساله العجاجة الزرنبية فى السلالة الزينبية، جلد۳، صفحه۴۷)

یعنی ابناء الرسول کی ایک علامت مقرر کرتے ہیں اس لئے کہ علامت اس کی ہوتی ہے جو غیر مشہور ہو۔ نور نبوت ان کے چہروں سے نمایاں ہے اس علامت سے انہیں سبز لباس کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور ادیب شمس الدین محمد بن ابراہیم الدمشقی نے فرمایا:

أَطْرَافُ تِيجَانٍ أَتَتْ مِنْ سُنْدُسٍ   خُضْرٍ بِأَعْلَامٍ عَلَى الْأَشْرَافِ

وَالْأَشْرَفُ السُّلْطَانُ خَصَّهُمْ بِهَا   شَرَفًا لِتَعْرِفَهُمْ مِنَ الْأَطْرَافِ

(مواهب الجليل لشرح مختصر الخليل، كتاب الشهادات،باب القذف،جلد۲،صفحه۳۰۲،دارالفكر)

(الحاوى للفتاوى،الفتاوى الحديثية،كتاب الأدب و الرقائق،رساله العجاجة الزرنبية فى السلالة الزينبية، جلد۳، صفحه۴۷)

یعنی تاج کے کنارے سبز سندس کے ہیں اور یہ نشان اشراف (سادات) کے لئے ہے اور یہ نشان انہیں اشرف سلطان نے ان کی شرافت کے پیش نظر مقرر فرمایا تاکہ زمانہ بھر میں یہ حضرات معروف ہوں۔

فائدہ: ایک فقیہہ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ یہ علامت بدعت مباحہ نہیں اس سے کسی کو روکا جائے کوئی شریف (سیّد) سبز لباس پہنے یا غیر شریف اور نہ اس کے تارک کو اس پر مجبور کیا جائے وہ شریف (سیّد) ہو یا غیر شریف کوئی بھی سبز لباس پہنے یا نہ پہنے نہ کسی کو حکم ہو نہ کسی کو ممانعت یہ کوئی شرعی معاملہ نہیں۔اس لئے کہ تمام لوگ نسب کے لحاظ سے مضبوط ہیں اور ہر ایک قبیلہ کی نسب مشہور و معروف اور ثابت ہے اور لباس کی خاص علامت شرعاً وارد نہیں کہ جس کے لئے اباحت یا ممانعت کا فتویٰ صادر کیا جاسکے۔زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ بادشاہ مذکور نے اشراف (سادات) کو دوسری اقوام سے امتیاز کے خیال پر یہ حکم جاری کیا تو یہ جائز ہے کہ یہ لباس ان سے خاص ہے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد کی حیثیت سے منسوب ہیں اور وہ ہیں اولاد الحسنین رضی اللہ عنہم اجمعین اور یہ بھی جائز ہے کہ اس لباس کو عام رکھا جائے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تمام ذریات کو اگرچہ وہ آپ سے منسوب نہیں جیسے زینبیہ وغیرہ اور یہ بھی جائز ہے کہ اسے ان سے عام کیا جائے جملہ اہل بیت کے لئے جیسے باقی علوی اور جعفری و عقیلی وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: اس کے مخصوص گروہ سے اختصاص کا استدلال آیت قرآنی سے بھی کیا جاسکتا ہے وہ آیت یہ ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ

(پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،آیت۵۹)

ترجمہ: اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منھ پر ڈالے رہیں، یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔

فائدہ: بعض علماء نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہل علم (علماء کرام) کو مخصوص لباس میں ملبوس ہونا چاہیے مثلاً (۱)"تطويل الأكماه" (پائنچے لمبے رکھنا) (۲)"إدارة الطيلسان" (چادر وغیرہ لپیٹنا) وغیرہ وغیرہ تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ یہ علماء کرام ہیں اور وہ ان کی تعظیم و تکریم بجالاسکیں یہ اعزاز صرف اور صرف علم اسلامی کی وجہ سے ہے اور یہ وجہ حسن (اچھی) ہے۔(واللہ اعلم بالصواب)

(الحاوی للفتاویٰ،رسالہ العجاجۃ الزرنبیۃ فی السلالۃ الزینبیۃ، جلد۳، صفحہ۴۸)

(۹) کیا مسئلہ وصیت للاشراف میں اولاد زینب شامل ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۱۰) ایسے ہی وقف علی الاشراف۔ان دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ اگر واقف (وقف کنندہ) کے کلام میں ان کی تصریح ہو تو پھر دخول و خروج اس کے کلام پر موقوف ہے نام لے گا تو داخل ہوں گے اور صراحتاً ان کا نام لے کر نفی کرے گا تو داخل

نہ ہوں گے اگر ایسا نہیں تو پھر انکا دخول وخروج بقاعدہ فقہ اسلامیہ کے وصایا کا دارومدار عرف بلد پر ہے۔ہم اپنے مصر کے عرف کے متعلق فتویٰ دیں گے کہ خلفائے فاطمیین سے لے کر تا حال ہمارا عرف یہ ہے کہ شریف (سیّد) کا اطلاق صرف اورصرف حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد پر ہوتا ہے اور یہ لقب ان سے خاص ہے اسی عرف کے مقتضیٰ پر اولاد زینب اس وصیت ووقف میں داخل نہیں ہوگی۔

سوال: برکۃ الحجش میں توزینبیہ کے لئے عرف کی ضرورت نہیں تو یہاں عرف کی شرط کیوں؟

جواب: برکۃ الحجش کے واقف (وقف کنندہ) نے صراحۃً زینبیہ کے داخلہ کی تصریح کی ہے چنانچہ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ وقف آدھا اشراف (حسنی وحسینی) کے لئے ہو دوسرا آدھا طالبیین یعنی اولادِ علی کے لئے ہو۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

پاکستان حال وارد بریڈفورڈ (یوکے)

☆..........☆..........☆
☆..........☆
☆